ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

تقریر

تقریر بابت خدمتِ والدین

وقت 5-7 منٹ

"صحبت۔ خدمت اور صبر"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل آیت 24-25)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

معزز سامعین! مجھے آج والدین سے محبت، احسان اور حسن سلوک کے حوالے سے گزارشات کرنی ہے۔ لیکن مَیں نے اپنی گزارشات کا عنوان "صحبت، خدمت اور صبر" رکھاہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں ایک علم دوست شخصیت، محقّق، قرآن کریم کے ترجمہ، تفسیر اور قرآنی الفاظ کے لغت کے مصنّف مکرم پیر صلاح الدین صاحب کے نام سے معروف ہیں۔ آپ حضرت پیر اکبر علی صاحب رضی اللہ عنہ آف فیروز پور کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر ایک مضمون الفضل میں لکھا۔ جس کے آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں کہ

"والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملا تو آپ نے تین لفظوں میں ایک عجیب مضمون ادا کیا۔ فرمایا۔ والدین کے ساتھ تعلق کی تین صورتیں ہیں۔ **"صحبت۔ خدمت۔ صبر"** ایک وقت ان والدین کی صحبت فیض یاب ہونے کا ہوتا ہے۔ پھر خدمت کا۔ پھر صبر کا۔ اے پیارے! تو صبر دے کہ صبر کریں تو اجر ہے نہ کریں تو کوئی چارہ نہیں"

(الفضل 18/ستمبر 1954ء صفحہ 7)

سامعین! ہم اپنے رواج کے مطابق کسی عزیز، رشتہ دار اور جان پہچان رکھنے والے کی وفات پر اُس کے لواحقین اور اقرباء سے تعزیت کرتے، انہیں دلاسہ دیتے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کسی بزرگ کی وفات پر اُس کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے اور اُس کی نصائح کو دہراتے ہیں۔ بالخصوص ایسے بول جو اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے بطور نصیحت کے کہے ہوں۔ تعزیت پر آنے والے بھی مختلف الفاظ اور اداؤں کے ساتھ تعزیت کر کے لواحقین کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ جیسے ربوہ بہشتی مقبرہ میں کسی کے والد محترم کی تدفین پر ایک بزرگ نے مرحوم کے بیٹے سے معانقہ کر کے تعزیت کرتے ہوئے مبارکباد دی کہ والد کی وفات پر افسوس تو اپنی جگہ بہشتی مقبرہ میں تدفین اپنی ذات میں مبارکباد کی مستحق ہے۔ اسی طرح ایک نوجوان نے کسی کے والد صاحب کی بہشتی مقبرہ میں تدفین پر تعزیت کرتے ہوئے اس مرحوم کے بیٹے کو کہا کہ

"دروازے کے دوپٹ ہوتے ہیں۔ ایک پٹ بند ہوا ہے دوسرا پٹ (یعنی والدہ کا) ابھی کھلا ہے ان کی خدمت کر کے جنتی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا لے سکتے ہیں لے لیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایم اے نے ان تین لفظی تعزیتی پیغام میں نوجوانوں کے لیے بہت گہرا پیام چھوڑا ہے کہ والدین سے اولاد کے تعلق پر تین ادوار آتے ہیں۔ ایک تو صحبت یعنی والدین کے ساتھ ہم نشینی اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ ویسے تو جوائنٹ فیملی سسٹم میں صحبت آخری وقت تک رہتی ہے اور رہنی بھی چاہیے۔ یہ دَور جہاں پیدائش بالخصوص اُس وقت سے جب بچے کو سمجھ بوجھ یا شعور آنا شروع ہوتا ہے اور بچہ لکھ پڑھ کر جب ملازمت کرنے لگتا ہے تو خدمت کا دَور شروع ہوتا ہے جو وفات تک جاری رہتا ہے اور رہنا بھی چاہیے۔ پہلے دَور میں ایک اہم بات بیان کرنی رہ گئی ہے وہ یہ کہ جہاں بچے کو ماں باپ کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے وہاں والدین کو اپنے نیک چلن اور اچھے رویّے سے بچوں پر اچھا اور عمدہ اثر چھوڑنا ہے۔ یعنی والدین اور بچوں کی یکساں ذمہ داری ہے۔ ایک تاثیر پیدا

کرنے والا اور ایک تاثیر لینے والا۔ پھر بچوں پر ایک تیسرا مرحلہ بھی آتا ہے۔ جب دونوں میں سے ایک یا دونوں اللہ کو پیارے ہو جائیں تو صبر کے ساتھ صدمے کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ بین ڈالنا، رونا پیٹنا منع ہے۔ صبر تو انسان کو وقت کے ساتھ آ ہی جاتا ہے مگر کہتے ہیں کہ صبر وہ جو پہلے وقت میں برداشت کر کے کیا جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ والقَلْبَ يَحْزَنُ، ولَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضَى رَبَّنَا، وإنَّا بِفِرَاقِكَ يا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

(بخاری کتاب الجنائز)

کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ پھر اپنے مرحوم بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے ابراہیم! تیری جدائی سے یقیناً ہم غمگین ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک برتنے کی تعلیم اُن کی وفات کے بعد صبر کے ساتھ ان معنوں میں جاری رہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا، ان سے پیار و محبت اور عزت و احترام سے پیش آنا دراصل مرحوم والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین الفاظ میں اتنا بڑا سبق دیا ہے جو ایک بچے کی ساری زندگی پر محیط ہے اور اُسے پوری زندگی نیکی اور حسنِ خلق کی دعوت دیتا ہے۔ یہ تین الفاظ ایک حسین معاشرہ کے قیام کے لیے بہت سے پہلو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے نوجوان نسل اور ٹین ایجرز کو سمجھانے کے لیے اِن الفاظ کو بالخصوص آج تقریر کا عنوان بنایا ہے۔

آئیں! ذرا قدرے تفصیل سے ان الفاظ کا محاکمہ کریں۔ صحبت صالحین ایک ایسا معرفت کا نقطہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں صحابہ کو اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو كُونُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ کے الفاظ کے ساتھ سچوں اور نیکوں کو دوست بنانے کی تلقین کی ہے۔ والدین بھی صادقین میں شامل ہیں اور اوّلین طور پر شامل ہیں۔ بہت کم والدین ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کے بارے میں اچھا نہ سوچتے ہوں۔ ہر والد اور والدہ کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بیٹا عظیم شخصیت بنے۔ پڑھ لکھ کر خاندان کی اور انسانیت کی خدمت کرے اور والدین اِن نتائج کے لیے اپنی تمام کوششوں اور اپنی تمام جمع پونجی کو خرچ کر دیتے ہیں۔ سمجھدار ذہین وفطین اور عقلمند بچے ماں باپ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے سب سے پہلے قرآنِ کریم اپنی ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ بچہ نقل کرتا ہے اور جو اُس کے سب سے قریب ہو یعنی والدین۔ اُسے وہ اپنا مطمع نظر بناتا ہے جو والدین کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی کرنا سیکھتا ہے۔ ماں باپ کی ہر حرکت کو وہ پڑھتا اور اُسے اپناتا ہے۔ یہیں سے صحبت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اگر والدین نیک، صالح و دیندار ہوں تو وہ بچہ بھی نیک راہوں پر چلتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ والدین ہی بچے کو مجوسی، یہودی، عیسائی اور مسلمان بناتے ہیں۔ بچہ جب والدین کو نماز پڑھتا دیکھتا ہے تو نماز شروع کر دیتا ہے۔ والدین جب تلاوت کرتے ہیں تو بچہ بھی تلاوت کرتا ہے۔ والدین جو نیک عادات اپناتے ہیں۔ بچہ اُن کو فالو کرتا ہے اور یوں شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے، کے تحت وہ ایک ایسا انسان بنے گا جس کے اندر دو اُنس ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرا اُس کی مخلوق سے محبت۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ

(ابوداؤد کتاب الادب)

کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اور والدین کسی دوست سے کم نہیں ہوتے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

خوشبو رکھنے والا اپنی خوشبو دوسروں کو دے کر ہی دم لیتا ہے خواہ مدِّمقابل اُسے اُس سے نہ ہی خریدے تو والدین اپنی خوشبو اولاد کو ضرور دیں گے اور اولاد اگر نہ بھی لینا چاہے تو وہ اُسے ضرور معطر کر جائے گی۔

سامعین! جہاں تک خدمتِ والدین کا تعلق ہے۔اس میں بھی عزت واحترام پہلے درجہ پر ہے جو آیت خاکسار تقریر کے آغاز پر تلاوت کر آیا ہے۔وہ خدمتِ والدین کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں چھ بڑے حکم ہیں۔

نمبر ایک:والدین سے احسان کا سلوک کرو

نمبر دو:اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرو

نمبر تین:ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو

نمبر چار:نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کرو

نمبر پانچ:رحم کے جذبہ کے تحت اُن سے عاجزانہ رویّہ اختیار کرو۔

نمبر چھ:رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا کی دعا کرتے رہو۔

پھر سورۃ لقمان آیت 15 میں اللہ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ بھی ادا کرتے رہنے ذکر موجود ہے۔سورۃ البقرہ آیت 216 میں والدین پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 111 میں والدین پر ہونے والے انعامات الٰہیہ کا ذکر بکثرت کرنے کی ہدایت ملتی ہے۔سورۃ الصافات آیت 103 کے مطابق والدین کی اطاعت میں حضرت اسماعیلؑ کا کردار مد نظر رکھنے اور سورۃ مریم آیت 33 کے مطابق ماں سے حسن سلوک کرنے اور سخت گیر وسخت دل نہ ہونے کا ذکر ہے۔

اِسی طرح کی تعلیم احادیث میں بھی ملتی ہے لیکن وقت مجھے اجازت نہیں دے رہا۔

والدین کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کرو جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔“

(کتاب لباس التقوی زیر باب والدین سے حسن سلوک)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”پھر والدین کا وجود ہے، یہ ایسا وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی اُن کے احسانوں کا بدلہ نہیں اُتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔تم نے ان کی کسی بُری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اُتار سکتے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب! اِن دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی میں ملے اُس کی ناک، مٹی میں ملے اُس کی ناک۔یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔یعنی ایسا شخص قابل مذمت ہے، بڑا بدبخت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کی کونسا شخص؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور اُن کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔(مسلم کتاب البر والصلۃ)“

(خطبہ جمعہ 13؍اکتوبر 2006ء)

(کمپوزڈ:مسز عطیۃ العلیم۔ہالینڈ)